رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۳۵

مدینۃ المسیح (علیہ السلام)

حضور بخیر و عافیت ہیں۔ صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب گورداسپور پھر اپنی آنکھوں کے دکھانے کے لئے امرتسر۔ لاہور تشریف لے گئے تھے۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب بھی دو تین روز کے لئے لاہور گئے۔ دونو صاحب واپس آگئے ہیں۔

پاک پٹن سے اکثر دوست مختلف اوقات میں تشریف لاتے رہتے ہیں۔ ماسٹر فتح محمد صاحب۔ مولوی عطا محمد صاحب انسپکٹر آف ورکس ریلوے آئے۔ نیاز محمد صاحب اور چودھری غلام احمد خان صاحب مختار عدالت۔

لاہور سے برادران اخلاص کیش وزیر محمد۔ خدا بخش۔ عبید اللہ صاحبان آئے۔ پشاور سے شیخ رحمت اللہ صاحب سب ڈویژنل آفیسر۔

اخبار احمدیہ

لاہور میں چودھری فتح محمد صاحب ایم۔اے مبلغ احمدیت بہ انگلستان کی تقریر

کل رات جناب چودھری فتح محمد صاحب کی دعوت میاں چراغ الدین صاحب کے ہاں تھی۔ اسی دعوت کی تقریب پر چودھری صاحب نے ایک لطیف پر معنی تقریر فرمائی۔ گو عام اطلاع نہ کیگئی تھی۔ مگر با ایں ہمہ احمدیوں کے علاوہ کئی غیر احمدی بھی آگئے۔ جن میں چند گریجوایٹ بھی تھے۔ منشی احمد الدین صاحب جو کالج میں پرنسپل تھے۔ وہ بھی موجود تھے۔ چودھری صاحب نماز مغرب کے بعد تقریر آٹھ بجے تقریر کرنے کھڑے ہوئے۔ اور سوا دس بجے ختم کی۔ خوبی مضمون کے علاوہ تقریر میں کوئی تصنع نہیں تھا۔ آپ نے پہلے سورہ جمعہ پڑھی۔ اور پھر فرمایا کہ تمام دنیا میں دہریت پھیل رہی ہے۔ بعض علی الاعلان اظہار کرتے ہیں بعض پوشیدہ رکھتے ہیں۔ یورپ میں اس کا زور ہے۔ یہ بڑا سخت خطرناک مرض ہے جو لوگ اس مرض سے بچے ہوئے ہیں۔ وہ اوہام پرستی میں مبتلا ہیں۔ یہ بھی دہریت کی طرح ہی خطرناک اور نقصان دہ ہے۔ یہ فرقہ دہریوں کی طرح خدا کا بالکل منکر تو نہیں۔ مگر خدا کے سوا دوسری چیزوں کو بغیر دلیل کے خدا مان لیا ہے کسی بات کو بغیر دلیل کے ماننے سے سچ اور جھوٹ میں امتیاز نہیں رہتا۔ دہریوں کی مثال تو ایسے مریض کی سی ہے کہ وہ کسی طبیب کا ہی قائل نہیں۔ اوہام پرست کی مثال ایسی ہے۔ کہ وہ طبیب کو مانتا اور اسکی ضرورت بھی محسوس

(باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا)

کرتاہے لیکن اصل طبیب اور بناوٹی طبیب میں فرق نہیں
کرتا۔ اس لئے وہ بھی ہمیشہ نقصان اُٹھاتا ہے۔ کیونکہ حقیقی
طبیب پلٹنے سے بھی ویسا ہی نقصان ہوتاہے۔ جیسا کہ
طبیب کے بالکل نہ ماننے سے۔ ابھی لئے ان دونوں امراض
دہریت اور اوہام پرستی کا علاج یہ ہے۔ کہ حقیقی خدا کو
پیش کیا جاوے۔ یہ اللہ تعالےٰ کی سنت ہے کہ جب دنیا
پر عام ضلالت پھیل جاتی ہے تو خدا تعالیٰ کا رحم جوش
میں آتاہے۔ جس کا اظہار وہ اپنے خاص مامور کی معرفت
کرتاہے۔ جب ہم اللہ تعالےٰ کو دنیا کا حاکم بادشاہ علیم
حکیم اور سب تمام صفات کے مانتے ہیں۔ تو کیا جب دنیا
میں جہالت پھیل جاوے تو وہ اسکو دور نہ کریگا اللہ
سبحان ہے۔ اس کے ذمہ ہے کہ دنیا کی اصلاح کرے
یہ سنت اللہ ہے کہ دنیا سے ضلالت کو دور کرنے کے لئے
وہ ایک ایسا انسان بھیجتاہے۔ جس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ
کی ہستی پر ایمان قائم ہوجاوے ۔

جب مامور من اللہ آتاہے تو اس کا ماننا عالم و
جاہل۔ مشرک اور اہل کتاب سب کے لئے ضروری ہے جن
لوگوں کو کوئی کتاب نہیں دی گئی۔ ان کے انکار پر انکو
جانوروں سے قرآن کریم نے تشبیہ دی ہے۔ لیکن جن
کو کتاب دیگئی۔ اور پھر انھوں نے انکار کیا تو ان کو
گدھے سے تشبیہ دی۔ جو سب جانوروں سے ذلیل جانور
ہے۔ لوگوں نے حضرت مسیح موعود کی بعثت کو سمجھا ہی
نہیں۔ یہ ایک عام بات ہے کہ اپنے پیارے محبوب کی
ہر ایک چیز پیاری لگتی ہے۔ محبت کا یہ تقاضا ہے۔ کہ
محبوب کی طرف سے جو بھی آوے۔ اسکو وہ خوشی سے
قبول کرے۔ کہاوت ہے کہ مجنوں کو تو لیلیٰ کی گلی کا
کتا بھی پیارا لگتا تھا۔ سو اگر دنیا پر دہریت کا اثر نہ ہو اور
اللہ تعالیٰ سے کامل پیار ہو تو جو بھی اسکی طرف سے آوے
اسکو کوئی رد نہیں کرسکتا۔ یہ نہیں ہوتا کہ اسکو محبوب کی
کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ محبوب کی تو ہر چیز ہی خوشی
پیدا کرتی ہے۔ مومن کے دل میں محبت الٰہی ہوتی ہے وہ
تو شکرانہ بجا لاتے ہیں لیکن جسکے دل میں اپنے محبوب
کی قدر نہیں ہوتی وہ تمسخر اور انکار کرتے ہیں مُصلح تو
نئے علوم اور آیات لاتا ہے۔ یہاں مسیح موعود کے
ذریعہ ہی یہ علم ہوا ہے کہ خدا زندہ خدا ہے۔ وہ ہم سے
باتیں کرسکتاہے۔ وہ ہماری دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا
ہے۔ اس ایمان کے حاصل ہونے پر پھر کوئی شخص گناہ نہیں
کرسکتا ۔

دہریت اور اوہام پرستی کو کوئی شخص محض عقل سے مٹا
نہیں سکتا۔ جب تک الہام الٰہی کی مدد نہ ہو۔ دہریت نے
دنیا میں بد اخلاقی پیدا کردی ہے۔ اور ان کے اخلاق پرانے
زمانہ کے وحشیوں سے بھی بدتر ہوگئے ہیں۔ مثلاً پرانے
زمانہ کے وحشی اپنے دشمن پر بغیر اطلاع حملہ نہیں کرتے
تھے۔ دشمن کے بچوں وعورتوں کو نہیں مارتے تھے۔
زیادہ سے زیادہ ان کو قید کرلیتے تھے۔ لیکن زمانہ موجودہ
میں جو بڑی شائستگی اور تہذیب کا زمانہ کہلاتاہے۔
اس کا نمونہ یہ ہے۔ کہ جرمن اپنے زیپلن کے ذریعہ لنڈن
پر بلا اطلاع گولے پھینکتاہے۔ جس سے عورتیں بچے
بوڑھے جوان سب ہی موت کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ ایسی
کمینہ حرکت ہے جو کسی وحشی قوم سے بھی مرتکب نہ ہوتی ہوگی
اس سے معلوم ہوتاہے۔ کہ دہریت نے دنیا کا اخلاق
کسقدر بگاڑ دیاہے۔ دہریت کے قلع قمع کرنے کے لئے ضروری
ہے کہ پہلے الہام الٰہی کو منوایا جاوے اس کے لئے لابدی
ہے کہ حضرت مسیح موعود کو منوایا جاوے۔ کیونکہ اب جو فتح
ہوگی وہ مسیح موعود کے نام پر ہوگی۔ کسی چراغ سے خواہ
وہ کتنا ہی روشن ہو۔ دنیا کی تاریکی دور نہیں ہوسکتی
جب تک اللہ تعالیٰ اپنا سورج نہ چڑھائے۔ جو لوگ
حضرت مسیح موعود کا نام چھپاتے ہیں۔ انکو صحیح علم نہیں
اور کامل ایمان ہی نہیں۔ ورنہ کوئی انسان نفع رساں
چیز کو چھوڑ نہیں سکتا۔ ان لوگوں کو خود صحیح علم نہیں ہوتا
اس لئے وہ دوسروں کے سامنے پیشگوئیاں نہیں کرسکتے ۔
پھر فرمایا کہ نبی کی شان کو بحیثیت مجموعی پیش کرنا چاہئے نہ
کہ فرداً فرداً۔ اگر ایک شخص کو ایک نہایت مفید پھل دار
درخت کی کوئی شاخ یا چھال دکھادی جاوے تو اسکی خوبی کا
اسکو یقین نہیں آسکتا۔ جب تک اسکو سارا درخت نہ
دکھایا جاوے ۔
اسی سلسلہ میں پھر پیشگوئیوں کیطرف توجہ دلائی۔ اور فرمایا
بعض پیشگوئیاں تو ایسی ہیں کہ وہ تاریخی رنگ رکھتی ہیں۔
مثلاً لیکھرام کا مارا جانا۔ ڈوئی کا ذلیل وخوار ہوکر مرنا۔ پیشگوئیاں
بذات خود خواہ وہ کتنی بڑی اور اہم ہوں لیکن ایک وقت میں
آکر یہ ایک تاریخی واقعہ رہ جائیگا۔ مگر ایک اور رنگ کی سورج
کی طرح ہر روز حضرت صاحب کی صداقت پر شاہد ہیں اور تا قیامت
رہیگی۔ مثلاً حضرت صاحب کا الہام ہے کہ میں تجھ کو بڑی جماعت
دونگا۔ اب یہ الہام ہر روز پورا ہوتاہے اور ہوتا رہے گا ہم
جسقدر احمدی یہاں بیٹھے ہیں اس الہام کی زندہ شہادت ہیں۔
اسیطرح حضرت صاحب کا الہام ہے کہ انکی اولاد ہوگی پھر
اولاد کی اولاد ہوگی۔ پھر انہیں سے بعض لائق ہوں گے۔ یہ بھی
ہم اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں یہ نشان ہر وقت
پورا ہوتا رہیگا۔ اسی طرح اور کئی الہام ہیں سو اسوقت دنیا کے
سامنے ایسے الہامات پیش کئے جائیں جو سورج کی ظاہر ہوں
ان سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ

پیغام ۲۷ مئی میں پورے پانچ کالم کا لیڈر ایک مشہور دریدہ دہن سبابُ لعان پٹیالوی پیغامی کی طرف سے چھپاہے میں جوں
جوں عبارت پڑھتا حیران ہوتا کہ یا الٰہی اس شخص پر کیا مصیبت
نازل ہوئی کیوں اسقدر چیختا چلاتاہے کیا امیر قوم کی وفات
ہوگئی۔ جو اتنا واویلا ہے۔ آخر بات یہ نکلی کہ حضرت میاں صاحب نے
حقیقۃ النبوۃ میں ایک حوالہ مکمل نہیں دیا۔ یہ عقل و فہم سے عاری
معاند اتنا نہیں سوچتا کہ وہ حوالہ کس غرض سے دیا گیا۔ اگر تو
نبوت کے ثبوت کے لئے دیا ہوتا اور پھر پہلا فقرہ نہ لکھتے۔ تو
قابل اعتراض بات تھی مگر جب مقصود اس حوالہ دینے کا یہ ہے
کہ امتی کے معنے حضرت اقدس کے نزدیک کیا ہیں تو پھر جائے
اعتراض نہیں۔ دیکھو حقیقۃ النبوۃ میں یوں لکھا ہے:۔

اُمتی نبی جب تک اسکو امتی بھی نہ کہا جائے جسکے یہ معنے
ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرتؐ کی پیروی
سے پایا ہے نہ براہ راست (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۹ حاشیہ)
اب اس سے پہلے کی عبارت ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد نبی کے لفظ کا اطلاق بھی کسی پر جائز نہیں“ اگر یہاں
درج نہیں تو یہ عدم اندراج کسی مفہوم کو بدلاتا نہیں کیونکہ
اس حوالہ دینے کی غرض یہ ہے کہ امتی کے معنے حضرت اقدس
کے نزدیک کیا ہیں :۔ پھر اگر یہ عبارت ساتھ ملائی جائے تو بھی..
اس سے نبوت مسیح موعود پر کوئی خلاف اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ نبی کے لفظ کا اطلاق کسی پر جائز نہیں جب تک اسکو امتی بھی نہ کہا جاوے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اب نبی کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ اس کا تو یہی مطلب ہے کہ اب اُمت محمدیہ میں سے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور فیض سے نبی ہوا کرینگے۔ اور ہمارا بھی یہی اعتقاد ہے۔ پس پٹیالوی معاند کو شیطان نے دھوکہ دیا۔ اور منت میں ذلیل کرایا ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان - ۳۰ مئی سنہ ۱۹۱۶ء

خواجہ نے کیا کیا رنگ بدلے

انسانی زندگی بھی عجیب قسم کے نشیب فراز سے گذرتی ہے۔ ایک وقت میں ایک انسان کی حالت کچھ ہوتی ہے۔ اور دوسرے وقت میں کچھ اور۔ اور کوئی انسان اس قسم کے تغیرات سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ لیکن مبارک ہے وہ انسان جس کی عمر کی ہر آنیوالی گھڑی گذرنے والی ساعت سے بہتر اور اعلیٰ ہو۔ اور قابل افسوس ہے۔ وہ انسان جس کا ہر قدم بجائے ترقی کی شاہراہ پر پڑنے کے تنزل کے گڑھے کی طرف جا رہا ہو۔ دنیا کے پردہ پر ہمیشہ اس قسم کی مثالوں کی کثرت رہی ہے کہ ایک انسان جو بہت ادنےٰ حالت میں ہوتا ہے۔ خدا کے فضل اور رحم کے ماتحت ترقی کے مینار پر پہنچ جاتا ہے۔ اور دوسرا انسان جو کامیابی کی بلندی پر ہوتا ہے۔ اپنے شامت اعمال کی وجہ سے تحت الثریٰ میں گر پڑتا ہے۔ یہ دونوں قسم کی مثالیں چشم بینا اور گوش شنوا رکھنے والوں کے لئے ہمیشہ سے عبرت اور نصیحت کا درس دیتی اور جوش اور ولولہ پیدا کرتی رہی ہیں۔ اور اس زمانہ میں بھی ایسا ہی کر سکتی ہیں۔ اسلئے ہم اسجگہ ایک ایسے شخص کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جسکے نہایت مختصر سے سوانح حقیقت شناس اصحاب کے لئے عبرت آموزی کا باعث ہو سکتے ہیں۔ آہ جس نے بلندی سے پستی اور اونچائی سے نیچائی کی طرف جانے کے لئے مختلف اوقات میں مختلف طریق اختیار کئے۔ اور اب بھی دن بدن اس ترقی معکوس میں دل و جان سے کوشاں ہے۔ یہ شخص خواجہ کمال الدین صاحب ہے۔ جس کو اس بات کا دعویٰ ہے کہ اینے سرزمین یورپ میں اشاعت اسلام کا کام نہایت کامیابی سے انجام دیا ہے۔ اور وہ کام کیا ہے جو اس وقت تک کسی سے نہیں ہو سکا۔ لیکن اگر ناظرین مندرجہ ذیل واقعات پر ایک سرسری نظر بھی ڈالینگے تو انہیں معلوم ہو جائیگا کہ اس کی کارگذاری کی حقیقت کیا ہے۔ اور وہ خود کتنے پانی میں ہے ؎

ہم یہاں خواجہ کمال الدین صاحب کی اس وقت کی حالت کو جبکہ وہ احمدی جماعت میں داخل نہیں ہوئے تھے نظرانداز کرتے ہوئے اسوقت سے اپنے مضمون کو شروع کرتے ہیں۔ جبکہ وہ بزعم خود میدان تبلیغ میں نکلتے ہیں ؎

پہلا دور ولایت جانے سے کچھ ہی عرصہ پیشتر انہوں نے ہندوستان کے مختلف مقامات میں اپنے مخصوص اور حفظ کردہ لیکچر دینے شروع کئے تھے جو عموماً سطحی طور پر اسلام کی خوبیوں کے متعلق ہوتے تھے۔ سطحی طور پر یتنے اس لئے کہا ہے کہ اس زمانہ میں جو زندہ اسلام تھا یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جس اسلام نے زندگی حاصل کی تھی۔ اس کا تذکرہ بہت بھونڈے پیرائے میں ہوتا تھا۔ اور اس عظیم الشان انسان کی شناسائی سے سامعین کو محروم رکھنے کی ہرممکن کوشش کی جاتی تھی۔ جس نے اسلام میں جان ڈالی تھی۔ خواجہ صاحب سے جب کبھی اس آقا فراموشی کا ذکر آیا۔ تو انہوں نے یہ جواب ٹال دیا کہ میری تعلیم و تربیت ہی اسی طرز پر ہوئی ہے۔ اور میری فطرت ہی ایسی ہے کہ ہندوستان میں جو کام کروں اس میں صرف اسلام کی خوبیاں بیان کرنے تک اپنی ہمت دکھاؤں۔ لیکن خواجہ صاحب کا یہ عذر جسقدر نامعقول تھا۔ اسی قدر زیادہ ناپسند کیا گیا۔ اور جماعت احمدیہ نے انکی اس طرز تبلیغ کو ہمیشہ نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھا۔ شائد خواجہ صاحب کہیں کہ اگر یہ بات تھی تو اس وقت کسی نے کیوں میری مخالفت نہ کی۔ لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئیے کہ اول تو ان کی کمزوری کھل کر مخالفت کرنے میں مانع ہوئی۔ دوسرے اس امید پر کہ شائد خواجہ صاحب کسی وقت اپنی اس روش کو بدلکر اصلاح کرلیں۔ انکی پبلک میں مخالفت نہ کیگئی۔ مگر خواجہ صاحب اس بات سے تو کبھی انکار نہیں کر سکتے۔ کہ جماعت کا معزز اور کارکن طبقہ ہمیشہ انکی اس کارروائی کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا رہا ہے۔ اسی لئے خواجہ صاحب یہ کہکر اپنی برأت سمجھتے رہے ہیں کہ میں تو سفر مینا ہوں۔ آپکے لئے راستہ صاف کرتا جاتا ہوں۔ آپ تسلط کرتے جائیں لیکن اصل بات یہ تھی کہ خواجہ صاحب کو چونکہ اپنی شہرت اور ناموری کا چسکا پڑ گیا تھا۔ اور ان کے سامعین عموماً غیر احمدی ہوتے تھے۔ اسلئے وہ حضرت مسیح موعودؑ اور آپکے سلسلہ کا ذکر نہ کرتے تھے۔ تا یہ باتیں انہیں ناگوار نہ گذریں اور وہ انکو گیت گانے سے نہ رک جائیں۔ اس بات کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ جب اول اول خواجہ صاحب ولایت گئے ہیں۔ تو وہاں چونکہ ایسے لوگ تھے جو سلسلہ احمدیہ کے نہ مخالف تھے نہ موافق۔ دوسرے خواجہ صاحب ایک نئے مشن کی بنیاد رکھنا چاہتے تھے جسکے متعلق انہیں کوئی تجربہ نہ تھا۔ اس لئے انھوں نے جب اسلام کے متعلق لیکچر دئے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت بھی ذکر کرنا شروع کر دیا اور آپ کی صداقت کے متعلق اخباروں میں بھی مضامین لکھے چنانچہ بلقان کے متعلق جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی تھی۔ اسکو شائع کیا۔ اور اخبار "لائٹ" میں ایک چٹھی لکھی۔ جس میں ترکوں کو مخاطب کیا۔ اور کہا کہ تمہاری شکستیں اس زمانہ کے مصلح کے نہ ماننے کی وجہ سے ہیں جو ہندوستان میں پیدا ہوا ہے۔ اسکو قبول کر لو۔ تا ایسا نہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ اس وقت کا ذکر ہے۔ جبکہ خواجہ صاحب ولایت میں ایک نو وارد اور انجان کی حیثیت میں تھے۔ اور نہیں جانتے تھے کہ اپنا کام کس طریق پر شروع کریں۔ نیز اس وقت ان کے دماغ میں غیر احمدیوں سے مدد لینے کے لئے دست سوال دراز کرنے کا خیال بھی نہ تھا ؎

دوسرا دور یا خیال تو تھا مگر حضرت خلیفۃ اول کی جھاڑ سے ڈرتے تھے۔ افسوس! کہ انکی اس فطرتی کمزوری نے جس کا انہیں خود اقرار ہے اس صحیح اور درست راستہ پر انہیں قائم نہ رہنے دیا۔ اور ان کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوا۔ اس دور میں انکی پہلی کارگذاری رسالہ "مسلم انڈیا" کا اجرا تھا جب رسالہ نکالا۔ تو اس کے لئے خریداروں کی تلاش شروع ہوئی۔ جماعت احمدیہ کو انہوں نے ایک محدود اور غریب جماعت سمجھکر اپنا دست آز غیر احمدیوں کی طرف دراز کیا۔ لیکن غیر احمدیوں کی نسبت وہ خوب جانتے تھے۔ کہ اگر رسالہ میں سلسلہ احمدیہ کا تذکرہ کیا گیا تو وہ خریداری چھوڑ اسکے مفت دیکھنے کے بھی روادار نہ ہوں گے۔

اس لئے انہوں نے ان کے خریدار بننے کو ضروری سمجھ کر سلسلہ کا ذکر قربان کر دیا۔ اور اس کے علاوہ یہ بھی کیا کہ چونکہ اس وقت ہندوستان کے مسلمان پالیٹکس میں حصہ لینے لگ گئے ہیں۔ اس لئے خواجہ صاحب نے رسالہ میں پالیٹکس بھی رکھ دی۔ افسوس کہ وہ اس کو قائم نہ رکھ سکے۔ اور زمانہ کے درست کن ہاتھوں نے انہیں اس سے روک دیا۔ ورنہ معلوم کیا نتیجہ ہوتا۔ خیر خواجہ صاحب نے غیر احمدیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر جہاں تک ہو سکا ہر قسم کی کوشش اور سعی کی ؂

اسکے علاوہ اجرائے رسالہ کی وجہ سے انہیں کسی مددگار کی بھی ضرورت پیش آئی۔ جو بد قسمتی سے ایک غیر احمدی ہی انہیں ملا۔ جسکے اثر صحبت نے انپر غلبہ حاصل کرنا شروع کیا۔ اور تبلیغ احمدیت کا خیال بہت دھیما پڑ گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اول تو نام تک رسالہ میں لکھنا موقوف ہو گیا۔ لیکن اگر مجبوراً لکھنا بھی پڑا۔ تو نہایت لاپرواہی اور بے اعتنائی سے مرزا غلام احمدؐ یا مرزا صاحب لکھ دیا۔ اس طرز نے خواجہ صاحب کی حالت میں ایک بہت بڑا تغیر پیدا کر دیا۔ گویا وہ مینار کی بلندی سے ایک منزل اور نیچے گر پڑے ؂

تیسرا دور

اس کے بعد خواجہ صاحب کا تیسرا دور شروع ہوا۔ اس وقت ان کو یہ سوجھی کہ اگر صرف غیر احمدیوں کی طرف مائل ہو گیا تو احمدی چھوڑ دینگے۔ اور اگر احمدیوں کی طرف جاتا ہوں تو غیر احمدی ہاتھ سے نکلے جاتے ہیں۔ کوئی ایسی تجویز ہونی چاہیئے کہ دونوں طرفیں قابو میں رہیں تا ان کی جیبیں بھی خالی کرائی جائیں۔ اور ان کی بھی۔ اس منصوبہ کو گانٹھ کر خواجہ صاحب نے یہ طریق اختیار کیا۔ کہ ادھر احمدیوں کو لکھا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں یہ آپ ہی کا کام ہے۔ میں تو آپ کی جماعت کا ایک خادم اور نوکر ہوں۔ میری مدد کرنا گویا اپنی ہی مدد کرنا ہے۔ اس لئے خوب دل کھولکر مدد دو۔ تاکہ میں خوب اچھی طرح کام کر سکوں۔ ادھر غیر احمدیوں کو بتایا۔ کہ آپ لوگ تو مدت سے میری طرز جانتے ہیں۔ میں اختلافی مسائل میں نہ کبھی پڑا ہوں۔ اور نہ اب پڑنا چاہتا ہوں۔ میں تو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تبلیغ کرتا ہوں۔ جو آپ کا بھی کام ہے اس لئے اس کام میں مجھے مدد دو ؂

چوتھا دور

اس طریق سے کچھ عرصہ تک خواجہ صاحب نے دونوں طرف سے خوب ہاتھ رنگے مگر یہ حالت بھی اتنی دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ اور اس میں تغیر اس طرح آیا۔ کہ لارڈ ہیڈلے کیطرف سے خواجہ صاحب کو کہا گیا۔ کہ میں در پردہ مسلمان ہوں۔ اور تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ چونکہ یہ ایک معزز شخص تہا۔ اس لئے خواجہ صاحب نے یہ سمجھ کر کہ اگر یہ علانیہ اسلام کا اظہار کر دے تو مجھے اس کے ذریعہ بہت ہی فائدہ پہنچیگا۔ اس کے متعلق کوشش کی۔ اور ٹیچنگز آف اسلام پڑھنے کے لئے دی۔ چنانچہ ان کی یہ کوشش بار آور ہو گئی۔ جب لارڈ ہیڈلے نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ تو خواجہ صاحب نے اُسے احمدی بنانے کی سعی کی۔ اور سلسلہ احمدیہ کا اس سے ذکر کیا۔ لیکن اُس نے جواب دیا کہ میں فرقہ بندی کے جھگڑوں میں نہیں پڑنا چاہتا۔ خواجہ صاحب کو لارڈ ہیڈلے کے اس جواب نے نیز اُن دیگر اسباب نے جن کا میں اُوپر ذکر کر آیا ہوں۔ تبلیغ احمدیت سے بالکل بیزار کر دیا۔ اور انہوں نے سمجھ لیا۔ کہ اگر میں احمدیت کی تبلیغ کروں گا۔ تو کبھی کامیاب نہ ہو سکوں گا۔ لارڈ ہیڈلے کو چونکہ خواجہ صاحب اپنا دست راست سمجھتے تھے۔ اور اس سے بہت کچھ امداد کے متمنی تھے۔ اس لئے بجائے اس کے کہ اُسکو اپنا ہم خیال بناتے۔ خود اس کے ہم عقیدہ ہو گئے۔ اور اُسکی اتباع میں کام کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ہمیں ان اصحاب کے نزدیک اس سے بڑھ کر ایک مبلغ کی اور کوئی کمزوری نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ بجائے دوسرے کو اپنے پیچھے لگانے کے خود اسکے پیچھے لگ پڑے لیکن خواجہ صاحب کو تبلیغ اسلام کا فرض انجام دینا تو منظور ہی نہ تہا۔ اپنی شہرت اور کامیابی کی تمنا تھی اور وہ اسی صورت میں بھی حاصل ہو سکتی تہی۔ کہ چند نام کے نومسلموں کا اعلان ہو جائے۔ اس لئے خواجہ صاحب نے اسی کو غنیمت سمجھا۔ اور احمدیت کا تذکرہ تک کرنا چھوڑ دیا۔ اس کے علاوہ یورپ کے آزاد خیال اور لامذہب لوگوں سے اسلام کے سچا ہونے کا زبانی طور پر اقرار کرا لینا ایک آسان بات تھی۔ بہ نسبت اس کے کہ انہیں احمدیت منوائی جائے۔ اور ایک خاص حلقہ اطاعت میں داخل کیا جائے۔ اس لئے خواجہ صاحب نے اسی کو اختیار کیا۔ غرض لوگوں کا لامذہب ہونا۔ دوسرے فرقہ بندی کو ناپسند کرنا۔ تیسرے غیر احمدی مسلمانوں کی مدد کا ملنا۔ چوتھے جلدی کامیاب ہونے کی آرزو وغیرہ نے مل ملاکر خواجہ صاحب کو بالکل ایک نیا خواجہ بنا دیا۔ اور پہلے کی نسبت بالکل بدل دیا۔ اس وقت وہی بدلا ہُوا خواجہ ہے۔ اب اگر خواجہ صاحب یہ کہیں کہ جو طریق میرا اسوقت ہے۔ وہی ابتدا میں تہا تو گویا وہ واقعات اور شواہد پر پردہ ڈالنا چاہینگے۔ جو ناممکن ہے اصل بات یہی ہے کہ خواجہ صاحب کو بیرونی تاثیرات اور خارجی اسباب نے اس حالت تک پہنچا دیا ہے۔ اور نہ معلوم کہاں تک پہنچا دینگے ؂

شیعہ طلاق

کسی نے طلاق کے بارے میں استفتار کیا ہے۔ اس کا جواب مجتہد لاہور (اشرطیکہ سرکار شریعتمدار عبد العلی ہردی اسپر اعتراض نکریں) سید علی صاحب حائری ان الفاظ میں دیتے ہیں:۔

"جواب صورت مذکورہ میں یہ ہے کہ شیعہ مذہب کے مطابق اسٹام لکھ دینے یا صرف زبانی طلاق کہدینے سے طلاق واقع نہیں ہو سکتا جبتک عالم دین باقاعدہ دو عادلوں کے حضور میں صیغہ طلاق عربی زبان میں جاری نکرے پس عورت مذکورہ کا طلاق واقع نہیں ہوا۔ وہ اپنے شوہر کی زوجیت میں باقی ہے"

نمقہ خادم الشریعۃ المطہرہ۔ علی الحائری بقلمہ۔

یہ صیغہ طلاق عربی میں جاری کرنے کی بھی ایک ہی کہی۔ لیکن رفع اشتباہ تو یوں بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ممکن ہے کہ بعد میں کہدیا جائے کہ یہ صیغہ تار کے ساتھ تلاق تہا ؂

جن صاحبان کا چندہ ختم ہو گیا ہے ان کے نام اگلا پرچہ وی پی ہو گا۔ وی پی واپس کرنے والوں کے نام اخبار بند کر دیا جائے گا ؂

رپورٹ تبلیغ پاک پٹن

اخویم سید محمد لطیف صاحب مبلغ احمدیت علاقہ ہذا لودہران سے پاک پٹن مورخہ ۱۵ مئی سنہ ۱۶ء کو ... تشریف لائے وقت معینہ پر مبلغ صاحب کا لیکچر اسلام کی خوبیوں پر ہوا۔ خاکسار نے سورہ فاتحہ کی مختصر تفسیر سنائی۔ اور منعم علیہم کے گروہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا ذکر کیا و جلسہ برخاست ہوا۔ مورخہ ۱۷ مئی کو غیر احمدیوں کی جانب سے غیر احمدی وعظ کیواسطے منادی ہوئی ایک غیر احمدی نے اپنے مولوی صاحب کو مخاطب کرکے کہا آپ فرقہ مرزائی جوکہ اب یہاں پھیلتا جاتا ہے کے متعلق کچھ بیان کریں۔ مولوی صاحب نے طوعاً و کرہاً بیان کیا۔ تو یہ کہا۔ کہ مرزا صاحب کا دعوی کرشن ہونیکا ہے۔ اور یہ فرقہ کرشن کو نبی اور رسول کہتا ہے۔ حالانکہ وہ ایک ہندو تھا۔ پھر مولوی صاحب ہماری طرف مخاطب ہوئے۔ اور قرآن کریم اور احادیث سے حضرت کرشن علیہ السلام کی نبوت کے ثبوت کا مطالبہ کیا۔ ہماری طرف سے پہلے سید محمد لطیف صاحب مبلغ نے مولوی صاحب سے دو دو گفتگو کی۔ اس کے بعد اس عاجز نے تین آیات قرآن کریم سے امکان نبوت مذکور ثابت کی۔ اور پھر وہ حدیث پیش کی جس میں حضرت کرشن علیہ السلام کا اسم مبارک کاہن ہے۔ اور علیہ سیاہ رنگ لکھا ہے اور وہ بھی ہندوستان میں ہوا ہے۔ پھر کرشن کو کروڑ ہا لوگوں کا ماننا۔ اور کشمیر سے لیکر راس کماری تک ہندوؤں کے دلوں میں ان کی محبت اور عظمت کا جاگزیں ہونا اور ایک زمانہ دراز اس محبت اور اعتقاد پر گذر جانا بتا کر ثابت کیا۔ کہ فی الواقعہ وہ اللہ تعالے کی طرف سے نبی اور رسول تھے۔ ورنہ مفتری کو اللہ تعالے جلد تباہ اور ہلاک کر دیتا ہے۔ اور لوگ بجائے اس کی عزت اور محبت کے نفرت کرتے ہیں اور اس کے بعد اسکو بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی تازہ وحی اور الہامات جو کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود پر نازل ہوئی۔ نے بھی ثابت کردیا ہے کہ وہ فی الواقعہ نبی اور رسول ہی تھے۔ پھر حاضرین کو بتایا گیا کہ آپ ہم سے وفات مسیح نزول مسیح اور صداقت مسیح موعود پر اگر گفتگو کرنا چاہیں تو کریں۔ اصل میں یہی ہمارے اور تمہارے درمیان متنازعہ

دہلی کے مختصر حالات

۲۱ مئی کی شب کو اور ۲۲ مئی کی صبح کو مولوی ثناء اللہ کی تقریر ہمارے سلسلہ کے خلاف صدر بازار دہلی میں ہوئی۔ اسی ہنگام میں ہمارے تین قسم کے اشتہار تقسیم ہوئے۔ ایک ثنائی فرار مباہلہ سے انکار۔ دوسرا اہل دہلی کا چیلنج مباہلہ منظور۔ تیسرا اطلاع، کہ ۲۲ مئی کی شب کو متصل جامع مسجد دہلی قیام گاہ مبلغین قادیان میں ایک جلسہ ہوگا جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے اعتراضوں کا جواب دیا جائیگا۔

چنانچہ وقت مقررہ پر خدا کے فضل سے کافی لوگ آگئے۔ اور جتنی جگہ تھی وہ سب بھر گئی ہمارے بیان کو سامعین نے نہایت دلچسپی سے سنا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے لیکچر میں کوئی نئی بات نہیں پیش کی تھی۔ وہی پرانی باتیں تھیں۔ جن کو وہ بار بار پیش کیا کرتے ہیں۔ میں نے بھی سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو بیان کیا اور اسی کے ضمن میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے اعتراضوں کا وہی جواب جو کہ سلسلہ حقہ کی طرف سے بار بار دیئے جا چکے ہیں۔ بشرح و بسط دیدیا جلسہ بفضلہ تعالیٰ نہایت خوبی و کامیابی سے ختم ہوا۔ ہاں یہ ضرور ہوا کہ چند اہلحدیث ہماری تقریر سننے کی تاب نہ لاسکے اور اٹھکر چلدیئے۔ لیکن وہ لوگ جو کہ حق کے متلاشی تھے اطمینان سے سنتے رہے۔ مجھے امید تھی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تقریر میں کوئی نیا علمی استدلال پیش کرینگے۔ مگر افسوس کہ انہوں نے اگر نئی باتیں بھی کیں تو اس قسم کی جیسے کہا کہ۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جو ہماری جماعت میں داخل ہوا وہ صحابہ کے گروہ میں داخل ہوا سنو دلی والو اب تابعی بننا بہت آسان ہے۔ دہلی میں مرزا صاحب کے مرید ہونگے۔ بس انکو دیکھ لو تابعی بن جاؤگے۔ اس پر جلسہ میں قہقہہ پڑا ... جلسہ میں زیادہ لوگ نہ تھے۔ اس لئے قہقہ کی آواز زیادہ نہ گونجی۔ مگر مجھے افسوس ہوا کہ مولوی صاحب یا تو فہم سے

کام نہیں لے رہے ہیں۔ یا قصداً تمسخر کرتے ہیں۔ کیونکہ صرف دیکھنے سے نہ کوئی صحابی بنتا ہے۔ اور نہ تابعی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے صحابہ رضہ کو پہلے منکروں نے دیکھا۔ مگر ان میں کوئی صحابی نہ بنا۔ اور نہ تابعی پھر حضرت مرزا صاحب کو اور ان کی جماعت کو صرف دیکھکر کیونکر کوئی صحابی یا تابعی بن جائیگا۔ اگر صرف دیکھنے سے ہی یہ نعمت ملتی ہے تو مولوی ثناء اللہ صاحب سے ابوجہل ہی اچھا رہا۔ کیونکہ اس نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا کاش کہ مولوی صاحب کو معلوم ہوتا کہ سخت مجاہدے اور بھاری قربانیوں کے بغیر نہ ابتدا کسی کو یہ نعمت ملی اور نہ اب ملے گی۔

ایک اور نئی بات مولوی ثناء اللہ نے یہ کہی کہ ایک نہیں دس عیسیٰ مرجائیں میری بلا سے مرزا صاحب اگر عیسیٰ ہیں تو انہوں نے ہمارا کام کیا کیا۔ مرزائی کہتے ہیں کہ ہاں سب کچھ کیا ... ... اگر سب کچھ کیا تو دہلی والو تم ہی بتاؤ شاید دہلی میں ایک آریہ بھی باقی نہ ہوگا۔ اور یورپ وغیرہ میں ایک گرجا بھی نہ رہا ہوگا۔ اور نہ بنارس وغیرہ میں کوئی مندر ہوگا۔

افسوس کہ مولوی صاحب کی زبان سے ایسی لچر باتیں نکلیں تو بھلا جو کچھ نہ کہیں وہ تھوڑا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کا دعوی نہ تو ظالم ہونیکا ہے اور نہ جبار اشقیا کا تو پھر حضرت مرزا صاحب سے ایسی باتوں کا مطالبہ کرنا ہی فضول ہے۔ ان کا دعویٰ تو مسیح موعود اور نبی اللہ ہونیکا ہے۔ مولوی صاحب کو تو چاہیئے تھا کہ انکو منہاج نبوت پر پرکھتے اور ایسی باتوں کو زبان پر ہی نہ لاتے جس سے قرآنی آیات کی تکذیب ہو۔ اور معیار نبوت کے خلاف ہو۔ اگر سارے گرجوں کو اور عبادت خانوں کو ڈھانا اور ہر ایک کافر کو زمین سے ناپید کرنا منظور الٰہی تھا۔ تو اس برگزیدہ اور اولوالعزم نبی کی زندگی میں ہو جاتا جس کا دعویٰ دار صریح دعوی ہے کہ انی رسول اللہ الیکم جمیعا اور سارے جہان کے بتوں اور بت خانوں اور بت پرستوں کو اسی کے زمانہ میں خدا ناپید کردیتا۔

اور آئندہ ایک بت بھی ڈھنے نہ دیتا اور نہ کوئی بت خانہ زمین پر قائم ہونے دیتا جس کا دعویٰ ہے کہ اسمی فی الزبور الماحی محا العدلی عبدۃ الاوثان چونکہ مولوی صاحب کے دماغ میں ایک ظالم اور جابر مسیح سمایا ہوا ہے۔ اس لئے وہ اس راستباز اس کے شہزادہ سے بھی انہی جابرانہ کاموں کا مطالبہ کرتے ہیں ؛

مسیح موعود کا کام کسر صلیب ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے عقل اور نقل اور اسرائیلی مسیح کی قبر سے وفات مسیح ثابت کردی اور صلیب کو حقیقی معنی میں توڑ دیا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب یا کسی اور صلیب پرست کے اختیار میں ہے تو حیات مسیح ثابت کرکے صلیب کے کسر کو جوڑ دے۔

مسیح موعود کا کام قتل خنزیر ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام نے اپنے دم سے سینکڑوں خنازیر کو ہلاک کیا۔ کسی کی طاقت ہے تو ان ہلاک شدہ خنازیر کو خصوصاً خنزیریت کے پورے مجسمہ ڈوئی کو پیش کرے۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود نے قسم کے ساتھ لکھا ہے کہ حدیث میں جس خنزیر کے قتل کا اشارہ ہے۔ اس سے مراد ڈوئی تھا۔ جو کہ ہلاک ہوا۔ کوئی نہیں جو قسم کے ساتھ یہ کہدے کہ اس سے مراد ڈوئی نہیں ہے اور ڈوئی ہلاک نہیں ہوا زندہ ہے۔ مسیح موعود کا کام ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد تھا۔ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے اپنی متحدیانہ کتابوں میں ہزاروں روپیہ دینے کا اعلان کیا۔ کیا کسی نے براہین احمدیہ اور اعجاز المسیح اور کرامات الصادقین۔ اور اعجاز احمدی کا موعود انعام قبول کیا ؛

آنے والے موعود کا کام ثریا سے علم اور قرآن کا لانا تھا۔ کیا وہ دوبارہ واپس نہیں لایا۔ اپنی جماعت کو علم قرآن سے مالا مال نہیں کر دیا۔ قرآن کے اعجاز کا زندہ ثبوت اپنے تازہ معجزانہ و متحدیانہ کلام کے ذریعہ نہیں دیدیا ؛

اس موعود کا کام علاوہ تعلیم کتاب اللہ کے تزکیہ نفس بھی تھا۔ سو الحمدللہ اس نے ایک کثیر جماعت کا تزکیہ کردیا ناپاکوں سے پاک بنایا۔ گندوں کو معطر کردیا ؛

مگر افسوس کہ مولوی صاحب ثابت شدہ اور محقق معیار کے ذریعے اس نبی اللہ کو نہیں پہچاننا چاہتے۔ بلکہ اپنا خانہ ساز معیار پیش کرکے پرکھتے ہیں۔ لولا انزل علیہ کنز بھی ایک خانہ ساز معیار تھا۔ کیا اس خانہ ساز معیار کے ذریعہ کسی نے ہدایت پائی اور ان کی طمع پوری ہوئی۔

ما ھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق بھی خانہ ساز معیار تھا۔ کیا اس معیار سے منکروں کو ہدایت ملی ؛

کاش کہ مولوی صاحب کو معلوم ہوتا کہ خدا کا نبی اور اس کا مرسل دنیا میں کبھی منکرین کی طمع اور آرزو کو پوری کرنے نہیں آتا اور نہ جابرانہ شیوہ اختیار کرتا ہے بلکہ اس کا کام صرف یہی ہوتا ہے کہ خدا کی محبت کو جو دلوں سے اٹھ جاتی ہے دوبارہ دلوں میں جادے یہی گم شدہ متاع ہے جس کو حضرت مرزا صاحب نے ڈھونڈ کر لا دیا۔ یہی وہ پوشیدہ خزانہ تھا۔ جس کو حضرت اقدس مرزا صاحب نے اگر لٹایا۔ یہی حقیقی ہدایت اور سرور کا کاسہ تھا۔ جس کو اس ساقی نے پلایا۔ حسن ازل نے اپنا چہرہ چھپا لیا احمد قادیانی نے نقاب الٹ دی اور اس کے جمال و جلال کا نظارہ کرایا ؛

مال لٹانا ہوتا تو خدا قارون کو بھیجتا نہ کہ غریب مسیح کو۔ دنیاوی سلطنت دینی ہوتی۔ تو فرعون ذی الاوتاد کو مبعوث فرماتا نہ مسیح کو جس کو دنیا میں سر رکھنے کو بھی جگہ نہ ملی۔ عبادت خانوں کو برباد کرنا ہوتا تو ہلاکو و چنگیز کو ارسال کرتا نہ حلیم مسیح کو معلوم ہوتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب عیسیٰ کو اس وجہ سے زندہ مانتے ہیں کہ وہ ناجائز کام کو پورا کریگا ورنہ اگر کوئی دوسرا ان کی حریصانہ اور جابرانہ ارادوں کو پوری کردے تو اسی کو اپنا مسیحا سمجھ کر بجائے ایک کے دس عیسیٰ کو بھی مردہ مان لینگے۔ جیسا کہ انہوں نے اپنی تقریر میں بیان بھی کیا کہ جب عیسیٰ نے ہماری ان کاموں کو پورا نہ کیا تو کیا پرانے عیسیٰ کے خیال کو بھی چھوڑ دیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کو اگر ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع الخ۔ ولا یزالون مختلفین۔ اور اغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء۔ اور جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا قرآنی آیتیں یاد ہوتیں تو ایسے اعتراض کی جرات نہ کرتے ؛

مولوی صاحب اگر انہی کاموں کے لئے مسیح کے منتظر ہیں ؛ تو یاد رکھیں کہ قیامت تک ان کی یہ امید بر نہ آئیگی۔ پرانے یہود کو ڈیوڈ کا تخت کب ملا۔ جو آج مثیل یہود کو ملجائیگا۔ نہ تو او یلقی علیہ کنز کہنے والے کی امید بر آئی۔ نہ حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا کہنے والوں کی تمنا پوری ہوئی نہ سونے کی بلڈنگ چاہنے والوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں ؛

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی تقریر کے ابتدا میں یہ بات بھی کہی تھی کہ میں نے نہ کہیں سخت زبانی کی ہے اور نہ آئندہ کرونگا میرے متعلق آجتک کسی کو شکایت کرنیکا موقعہ نہ ملا ہے اور نہ آئندہ ملیگا ؛

اس سے پہلے مولوی صاحب اپنے دعویٰ میں سچے تھے یا نہیں یہ ظاہر و باہر ہے اور اس کو دنیا جانتی ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں مولوی ثناء اللہ صاحب کے ۲۱ مئی کے شب کے الفاظ کسی قدر سہمے ہوئے تھے اب اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس کا سبب امرتسر کا سو روپیہ کا جرمانہ تھا۔ یا ان کی کانفرنس کا دھکا۔ مولوی صاحب کی بدزبانی کا پارہ گو کسیقدر پہلے کی نسبت نیچے اترا ہے۔ مگر اور بھی نیچے اترنے کی ضرورت ہے۔ جو شخص کہ شستہ زبانی کے دعویٰ پر سیدنا احمد قادیانی مسیح موعودؑ کی نسبت جو کہ لاکھوں انسان کا پیشوا ہے معاذ اللہ جہنم کا سردار اور خدا کا باپ وغیرہ کہے۔ اس کی سخت زبانی کے پارے کو نیچے گرانے کے لئے کتنے جتنے کی ابھی ضرورت ہے۔ اگر خدا ہے اور اسی کا بھیجا ہوا احمد قادیانی علیہ السلام برحق ہے۔ اور ضرور ہے۔ تو خود ہی جس طرح چاہیگا نیچے گرا دیگا ؛

(حکیم) خلیل احمد ادہلی

یدفن معی فی قبری

آنیوالا مسیح نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر میں دفن ہوگا

میں نے سرسری نظر سے مولوی عبید اللہ صاحب کا مضمون دیکھا ہے۔ اگر تو اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ رسول اللہ کی قبر اکھاڑ کر اس میں مسیح موعود کو داخل کیا جائیگا تو ایک سخت بے ادبی اور گستاخی ہے اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی مسلم اس بات کا قائل ہے چنانچہ اسی خیال سے متاثر ہو کر اور اس کی قباحت کو جان کر علماء سلف نے اس حدیث کے یہ معنی کئے ہیں کہ رسول اللہ کے مقبرہ میں دفن ہوگا۔ اب اس کے متعلق صحیح بخاری کی دو احادیث کافی روشنی ڈالتی ہیں۔ کیونکہ جو حدیث پیش کی گئی ہے وہ ابن جوزی نے کئی سو سال بعد روایت کی ہے اور اس کا رسول اللہ تک پہنچانا بذمہ حجت اس حدیث کو پیش کرنے والوں کا فرض ہے۔ اور یہ احادیث اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری صحیح بخاری کی ہیں۔

حدیث اوّل۔ باب فضائل اصحاب النبی (ب) باب قصۃ البیعۃ موسیٰ بن اسماعیل کی روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو فرمایا انطلق الی عایشۃ ام المومنین فقل یقرء علیک عمر السلام × × × × وقل یستاذن عمر بن الخطاب ان یدفن مع صاحبیہ فسلم واستاذن ثم دخل علیہا فوجدھا قاعدۃ تبکی۔ فقال یقرء علیک عمر بن الخطاب السلام ویستاذن ان یدفن مع صاحبیہ فقالت کنت اریدہ لنفسی ولاوثرنہ بہ الیوم علی نفسی فلما اقبل قیل ھذا عبد اللہ بن عمر قد جاء الحدیث یعنی ام المومنین حضرت عائشہ کی خدمت میں جاؤ اور سلام عرض کرو کہ وہ درخواست کرتے ہیں کہ مجھے حضرت نبی کریمؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ اپنے حجرے میں دفن کرنے کی اجازت دی جائے عبد اللہ بن عمر نے جا کر سلام کیا۔ اور اذن مانگا اندر گیا اور حضرت عائشہؓ کو روتے پایا۔ عرض کیا کہ عمر ابن الخطاب سلام دیتے ہیں اور اجازت چاہتے ہیں کہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ آپ کے حجرے میں دفن کئے جائیں۔ حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ میں اس جگہ جو حجرے میں باقی ہے اپنے لئے چاہتی تھی۔ مگر آج میں ایثار کر کے یہ جگہ عمر بن الخطاب کو دیتی ہوں۔

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے

۱۔ کہ صحابہ میں یہ کوئی بات مشہور نہ تھی اور خاص صحابہ میں سے اس بات کو کوئی نہ مانتا تھا۔ کہ رسول اللہ کے مقبرہ میں جو حجرہ عائشہؓ ہے حضرت عیسیٰ بن مریم بھی دفن ہونے والے ہیں ورنہ حضرت عمر یہ درخواست نہ کرتے اور اگر انہوں نے درخواست کی تھی تو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ ہی یہ جواب دیدیتیں کہ وہ جگہ تو عیسیٰ بن مریم کے لئے ہے آپ کیونکر دفن ہو سکتے ہیں۔ اور آپ کا یوں کہنا بہت ہی ضروری تھا۔ کیونکہ آپ کے نزدیک بعد از دفن نبی کریمؐ و حضرت ابوبکرؓ صرف ایک ہی قبر کی جگہ نظر آتی تھی چنانچہ اس بات کو شارحینؒ نے بھی تسلیم کیا ہے[1] اور خود حضرت عائشہؓ نے بھی اس روایت میں صاف فرمایا ہے کہ میں اس جگہ کو اپنے لئے تجویز کر چکی تھی۔ جو اس بات کا زبردست ثبوت ہے کہ وہاں جگہ ایک ہی قبر کی معلوم ہوتی تھی۔ ورنہ اگر اتنی گنجائش ہوتی تو لاوثرنہ بہ علی نفسی فقرہ صحیح نہیں آپ خود بھی دفن ہو سکتی تھیں اور حضرت عمرؓ بھی دفن ہو سکتے تھے۔ مگر آپ نے فرمایا تو یہی فرمایا کہ جو جگہ ہے وہ تو میں اپنے لئے تجویز کر چکی تھی۔ مگر خیر میں ایثار کرتی ہوں اور وہ جگہ عمر بن الخطاب کو دیتی ہوں ؛

دوسری حدیث۔ باب ما جاء فی قبر النبی والی بکر و عمر۔ ہشام عن ابیہ عن عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اوصت عبد اللہ ابن الزبیر لا تدفنی معہم وادفنی مع صواحبی بالبقیع لا ازکی بہ ابدا (حضرت عائشہ نے عبد اللہ بن زبیر کو بوقت وفات وصیت کی کہ مجھے اس حجرے میں دفن نہ کیجیو۔ جہاں نبی کریمؐ و ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبر ہے۔ بلکہ مجھے دوسرے ازواج النبی کے ساتھ دفن کرنا تاکہ حجرے میں دفن کئے جانے کی وجہ سے مجھے کوئی خاص خصوصیت نہ دی جائے۔ اب دیکھئے اس حدیث سے بھی واضح ہے کہ مقبرہ نبوی میں جو کچھ جگہ ہے بھی تو حضرت عیسیٰ بن مریم کے دفن ہونے کا خیال وہاں اپنے آپ کو دفن کرانے سے مانع نہیں ہوا بلکہ اس کی وجہ کچھ اور ہی فرمائی۔ پس اول تو مقبرہ نبوی میں اب کوئی جگہ ہی باقی نہیں جہاں حضرت عیسیٰ بن مریم کو دفن کیا جائے۔ اور اگر ”ہے“ تو اس حدیث سے واضح ہے کہ وہ جگہ عیسیٰ بن مریم کے لئے نہیں ورنہ حضرت عائشہؓ ضرور یہ فرماتیں کہ وہ جگہ جو باقی ہے عیسیٰ بن مریم کے لئے مخصوص ہو چکی۔ پس مجھے وہاں دفن نہ کرنا اور اول تو یہ وصیت کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ جب صحابہؓ کرام میں یہ خیال شائع و ذائع تھا کہ یہ جگہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے لئے ہے۔ تو پھر حضرت عائشہؓ کو وہاں دفن کرنے کی منع کی وصیت کرنے کی بھی نوبت نہ آتی۔ اور اگر وصیت کی تو اس کی وجہ یہی واضح فرما دیتیں کہ یہ جگہ عیسیٰ بن مریم کے لئے مخصوص ہے اس لئے مجھے وہاں دفن نہ کرو

[1] دیکھو فتح الباری قال ابن التین قول عائشہ فی قصۃ عمر کنت اریدہ لنفسی یدل علی انہ لم یبق الا موضع قبر واحد ۱۲

پھر یہ امر بھی قابل توجہ مسلمین ہے کہ صحیح مسلم میں آتا ہے انا سید ولد آدم یوم القیمہ واول من ینشق عنہ القبر (جلد دوم کتاب الفضائل) میں سردار اولاد آدم ہوں اور میں وہ پہلا شخص ہوں جن کی قبر اس روز سب سے پہلے کھلیگی۔ اب اگر آپ کی قبر میں مسیح بن مریم بھی دفن ہو تو یہ خاصہ حضرت نبی کریم قائم نہیں رہتا۔ پھر کتاب بشری الکئیب بلقاء الحبیب مطبوعہ مصر صفحہ ۵۰ و ۱۵۱ پر حدیث ہے۔ القبر روضۃ من ریاض الجنۃ (قبر ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے) جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یدفن معی فی قبری میں قبر سے کیا مراد ہے اسی طرح حدیث میں ہے المومن فی قبرہ فی روضۃ الخضراء ویفسح لہ فی قبرہ سبعون ذراعا وینور لہ فی قبرہ کلیلۃ البدر یعنی مومن کی قبر میں ایک سبز چمن ہوتا ہے اور اسکی قبر ستر ہاتھ چوڑی ہوتی ہے اور اس کی قبر میں چودھویں رات کے چاند کی طرح روشنی ہوتی ہے۔ اب فرمائیے قبر سے یہ چند ہاتھ کا گڑھا مراد ہے یا وہ برزخی قبر جس میں مسیح موعود اور آنحضرت صلعم کا یکجا ہونا صحیح ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ معی فی قبری۔ اور

فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر اور یہ کہ چوتھی قبر میں عیسی بن مریم دفن ہونگے (ایکون قبرہ رابعا) ان تینوں روایتوں کو ذرا ملا کر تو دیکھئے۔

(ایڈیٹر)

"یدفن معی فی قبری" کی اصل حقیقت

ایک غیر احمدی نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے تو فرمایا تھا کہ ابن مریم میری قبر میں مدفون ہوگا چونکہ مرزا صاحب آنحضرت صلعم کی قبر میں دفن نہیں ہوئے اس لئے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب اپنے دعوی میں صادق نہیں تھے۔

جواب اول۔ سب سے اول یہ بات کہ حدیث مرفوع نہیں اور نہ ہی آنحضرت تک اس کی سند پہنچتی ہے پھر جو شخص اس کو بیان کرتا ہے وہ اس قسم کا انسان ہے کہ جس نے شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ جیلانی علیہ الرحمۃ جیسے پاک انسان پر کفر کا فتوی دیا ہے۔ لیکن اگر ہم اس بات کو تھوڑے عرصہ کے لئے مان بھی لیں تو ہمارے مقصود میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔

جواب دوم۔ حدیث "یدفن معی فی قبری" میں دو الفاظ ایسے ہیں جس سے انسان مغالطہ میں پڑ سکتا ہے۔ اول "معی" یعنی میرے ساتھ"۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا یہ لفظ کہیں قرآن کریم میں بھی انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے یا نہیں۔ تو قرآن کریم کو دیکھنے سے یہ بات صاف صاف دکھائی دیتی ہے چنانچہ قرآن میں اللہ تعالی فرماتا ہے۔ "وتوفنا مع الابرار" اے خدا ہم کو وفات دے ساتھ ابرار کے۔ اب اگر کوئی نا سمجھ انسان اس کے یہ معنے کرے کہ جس وقت ابرار فوت ہوں انہیں ساتھ اسی قبر میں ہمیں بھی دفن کر۔ تو ایسے انسان کو ہر ایک عقلمند ضرور ملامت کریگا بلکہ اس کا اپنا ہی دل اسے ملامت کریگا۔ کہ اس کے یہ معنے نہیں۔ بلکہ اس کے تو یہ معنے ہیں کہ ان پاکباز انسانوں کی معیت اور قرب میں اور ان کے زمرہ میں شامل کر۔ ہم کہتے ہیں کہ یہی الفاظ اسی حدیث میں بھی موجود ہیں۔ تو اب کسی کا حق نہیں کہ ایسی صاف اور بین مثال کے ہوتے ہوئے ادھر ادھر جائے اسی طرح سورۃ النساء میں آتا ہے۔ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین وحسن اولئک رفیقا۔ یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کریں گے وہ نبیوں اور صدیقین اور شہداء کے زمرہ میں شامل ہونگے نہ اس کے یہ معنے ہیں کہ ان کے پہلو کے ساتھ بند ہوئے ہوں گے۔ ہمارا خیال ہے کہ آپ ان دونوں مثالوں کو مد نظر رکھتے ہوئے حدیث "یدفن معی فی قبری" کو اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے۔

جواب سوم (ا) پھر ایک حدیث میں آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ "انا وکافل الیتیم کھاتین" اور آپ نے اپنی انگلیوں کی طرف اشارہ فرما کر کہا کہ میں اور یتیم کا متکفل دو انگلیوں کی طرح جنت میں اکٹھے ہونگے اب ہم ان لوگوں سے جو اس حدیث کے یہ معنے کرتے ہیں کہ آنحضرت اور ابن مریم ایک ہی قبر میں دفن ہونگے یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ ہزاروں انسان اس قسم کے ہونگے جنہوں چودہ سو برس میں یتیمی کی کفالت کی ہوگی پھر ہر ایک ان میں سے دونوں انگلیوں کی طرح آپ کے ساتھ کس طرح کھڑا ہو سکیگا۔ کیونکہ اگر وہ دس یا بیس قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوگا تو کھاتین والی بات صادق نہ آسکیگی۔ اور اگر ہر ایک دو انگلیوں کی طرح آپ کے ساتھ کھڑا ہو تو یہ بالکل نا ممکن اور عقل سے بعید بات ہے۔ تو لازما ہمارے مخالف کو بجز اس کے اور کوئی دلیل نہیں سوجھ سکتی کہ اس کے معنے صرف قرب اور تعلق کے ہیں نہ حقیقی معنے جو (کھاتین) میں بتائے گئے ہیں

(ب) پھر ایک حدیث میں آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ انا والساعۃ کھاتین، یعنی میں اور ساعت دو انگلیوں کی طرح ہیں۔ اب اس میں بھی وہی بات ہمارے مخالف کو ماننی پڑیگی۔ کیونکہ اگر ہمارے مخالف کے معنے لئے جاویں تو لازما چاہئے تھا کہ اسی وقت قیامت برپا ہو جاتی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ ! . . . . اور ابھی تک واقعہ نہیں ہوئی۔ تو معلوم ہوا کہ دراصل ان دونوں حدیثوں کے مفہوم کو ہمارے مخالف نہیں سمجھے ہم کہتے ہیں کہ اس میں صرف قرب بتانا مقصود تھا (وان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون) اور پہلی حدیث میں ایسے لوگ کہ جو یتیم کی پرورش کریں گے قیامت کے دن میرے قرب اور تعلق میں ہونگے باعث فخر سمجھینگے۔ پس ایسے اشارات اور ایسے الفاظ سے یہ مطلب لینا۔ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا ورنہ اس قسم کے سب آیات کو اور احادیث کو رد کرنا پڑیگا پس اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ آپ کا یہ فرمانا کہ "یدفن معی فی قبری" صرف قرب اور تعلق کو بتلاتا ہے پھر اس

قرب کا ذکر آنحضرت صلعم نے کئی جگہ فرمایا ایک مرتبہ تو ان الفاظ میں فرمایا و لنا الرجل من اہلنا و فاد من گروہ ہمارا مرد ہوگا۔ پھر فرمایا کہ جس امۃ کا اول میں اور آخر مسیح موعود ہے وہ کبھی تباہ نہیں ہو سکتی۔ پھر آپنے فرمایا کہ اسکو میرا اسلام کہنا۔ پھر وآخرین منھم میں آپ کو کس عالیشان مرتبہ میں کھڑا کیا۔ جبکہ مسیح موعود کی نسبت اس قدر قرب اور تعلق کو بتانے والے الفاظ ہمارے سامنے موجود ہیں تو ہم کیونکہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ ان کے ساتھ نہیں ہیں۔

جواب چہارم۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر اس سے مراد یہی قبر ہوتی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ثلثۃ اقمار یعنی تین چاندوں کو اپنی گود میں گرتا دیکھتیں۔ بلکہ چار دیکھتیں اور وہ تینوں چاند جن کی قبریں اس روضہ میں موجود ہیں سب جانتے ہیں۔ لیکن چونکہ مسیح وہ عیسیٰ ابن مریم ان کی آنکھوں سے غائب تھے اور دراصل مر بھی چکے تھے۔ اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نظر بھی نہیں آئے اگر زندوں میں نظر آتے اور ظاہری قبر ہی اس سے مراد ہوتی تو شاید اللہ تعالےٰ چار چاندوں کو ہی آپ کی گود میں گرا دیتا۔ اور آنحضرت کی قبر کی جلد بھی ذرا فراخ کر دیجاتی۔

جواب پنجم۔ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرماتا ہے اماتہ فاقبرہ۔ کہ انسان کو مارا اور پھر قبر میں ڈالدیا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں انسان ایسے مرتے ہیں جو آگ سے اسی دنیا میں جلا دیئے جاتے ہیں دریاؤں میں غرق ہوتے ہیں اور کوے کتے اور دیگر درندے اور پرندے ان کے گوشت کو نوچ نوچ کر کھاتے ہیں پھر وہ کونسی قبر میں پڑتے ہیں۔ کیا کبھی کسی نے ایسے انسانوں کو ظاہری قبر میں پڑتے دیکھا ہے الا ماشاء اللہ اگر اس کا نظارہ دیکھنا ہو تو موجودہ جنگ میں دیکھ لو۔ تو معلوم ہو کہ جس قبر میں اللہ تعالےٰ دفن کرتا ہے در اصل وہ کوئی اور ہی قبر ہے۔ چنانچہ اس کا ثبوت سورہ بقرہ کی آیت لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات سے ملتا ہے یعنی جو لوگ خدا کے رستے میں مارے گئے ہیں۔ ان کو مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ پھر ایک اور جگہ تو بیانتک آتا ہے کہ عند ربھم یرزقون۔ کہ وہ اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔ اب ہم اس معترض سے پوچھتے ہیں کہ اس کو بھی تم قبر کہتے ہو یا نہیں کیا وہ باوجود قبر میں مردہ ہونے کے زندہ ہیں یا نہیں۔ پس جب ہمارا مخالف بھی اس تاویل صریح کو بلا عذر مانتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یدفن معی فی قبری آپکے ساتھ قبر میں دفن ہونے کے یہی معنے ہیں۔ کہ عالم برزخ میں یا اس قبر میں جس کو کہ خدا قبر دلاتا ہے آنحضرت صلعم کے ساتھ دفن ہوئے ہیں۔ پھر حدیث میں آتا ہے آنحضرت فرماتے ہیں کہ میں جب قبرستان میں جاتا ہوں تو میں مردوں کے قرآن کریم پڑھنے کی آواز سنتا ہوں۔ پھر دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جب لوگ میت کو دفنا کر چلے جاتے ہیں تو خدا کے ملائکہ اس مردے کے پاس آتے ہیں اور اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال و جواب کرتے ہیں۔ حالانکہ نہ تو قبر میں اس قسم کی جگہ بتائی جاتی ہے کہ مردہ آرام سے ساتھ اس میں بیٹھ سکے اور نہ ہی قبر سے آواز آسکتی ہے کہ ظاہری کانوں کے ساتھ سن سکے۔ پس اس سے صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دراصل یہ ظاہری قبر نہیں بلکہ اس سے مراد وہی قبر ہے جس میں خود خدا تعالیٰ دفن فرماتا ہے اس وقت مجھے ایک اور آیت اسی مضمون کی یاد آگئی ہے۔ جس میں فرعونیوں کے عذاب کا ذکر آتا ہے یعرضون علیھا غدوًا و عشیًا یعنی ال فرعون صبح و مسا جہنم اور عذاب کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ بین بات ہے کہ آدمی کا خاکی جسم چند دنوں تک خاک سیاہ ہو جاتا ہے پھر وہ کونسی چیز ہے جو آگ کے سامنے پیش کی جاتی ہے الغرض ان تمام آیات اور احادیث سے یہ صاف طور پر نتیجہ نکلتا ہے کہ درحقیقت اس قبر سے مراد ظاہری قبر نہیں بلکہ برزخی قبر مراد ہے۔ اور درحقیقت مسیح موعود کا اسی میں مدفون ہونا مراد ہے۔

جواب ششم۔ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ آنحضرت صلعم کی قبر پھاڑ کی جائیگی اور اس میں عیسیٰ ابن مریم دفن ہونگے تو اس طرح ایک تو آپ کی ہتک بھی ہوتی ہے اور نیز شریف مکہ اور وہاں کے بدوؤں سے یہ کہاں امید کی جا سکتی ہے کہ آنحضرت کی قبر کو عیسیٰ بن مریم کے لئے کھودنے کی اجازت دینگے جب وہ موجودہ وقت میں ان مسلمانوں سے کمی نہیں کرتے پھر مسیح کے وقت میں جب دجال زیادہ ہو جائیگا وہ کیونکر کمی کرینگے۔

خاکسار عبید اللہ وزیر آبادی

دعوت الی الخیر

خلاصہ مکتوب قاضی محمد عبد اللہ صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی ایک سکول ماسٹر سے ملاقات ہوئی۔ قریباً ایک گھنٹہ تک اس کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں گفتگو کرتا رہا۔ اور ان کا انسان نبی ہونا۔ خدا یا جسمانی بیٹا نہ ہونا صلیب سے بچ جانا مشرق کیطرف آنا۔ اور قبر مسیح کا کشمیر میں معلوم ہونا۔ حضرت احمد کے دعویٰ وغیرہ کا ثبوت اچھی طرح سے پیش کیا۔ سب باتوں کو تسلیم کرتا ہوا معلوم ہوتا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ بہت دلچسپی ظاہر کی اس نے اپنا پتہ بتایا۔ اور اسے اسلامی لٹریچر بھیجنے کا وعدہ کیا۔ اسی وقت ایک اور شخص (مسٹر ٹومس) جس سے خط و کتابت ہو رہی تھی ملاقات کے لئے اچانک آگیا۔ معمولی گفتگو کے بعد اس نے پاکٹ بک نکالی جس میں بعض نوٹ ٹیچنگ آف اسلام کتاب پر کئے ہوئے تھے۔ آخر اس کا سوال یہ تھا کہ مسلمان بننے کے ساتھ ضروری ہے کہ جو نماز کا قاعدہ طریقہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے اسی طرح کیا جائے۔ اس کے نزدیک اس ملک میں اس خاص طریقہ نماز کی ضرورت نہیں وغیرہ۔ میں نے حتی المقدور خوب سمجھایا۔ مگر اس نے آخر میں یہی کہا کہ مسلمان ہوتا ہوں۔ مگر نماز اس طریقہ سے نہیں پڑھ سکتا میں نے اس سے کہا آپ اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کرتے رہیں انشاء اللہ یہ مشکل آپکے راہ سے جلدی حل ہو جائیگی۔ چنانچہ کئی رسالے ریویو کے دیئے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت تعلقات قائم ہو گئے تھے اس لئے وہ رسول سب دنیا کی طرف آیا اور مکمل قانون لایا۔ پس ہندوستان میں اگر مذہب ایک ہو سکتا ہے تو وہ اسلام ہی ہے جو سب مذاہب کے بزرگوں کی ماننے کی تعلیم دیتا ہے ؛

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبۂ جمعہ

جماعت کی برکات

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالے

فرمودہ ۲۶ مئی ۱۹۱۶ء

"مجھے افسوس ہے کہ پچھلا خطبہ جمعہ قلمبند نہ کیا جا سکا۔ جو نہایت اہم نصائح پر مبنی تھا۔ اور جس میں حضور نے جماعت کو بتلایا تھا کہ جب تک اس کے تمام افراد کام میں نہ لگ جائینگے اور تمام ان ذرائع سے کام نہ لینگے۔ جو کسی مقصد کے حصول کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پھر اسی سلسلہ میں جماعت قادیان کو بالخصوص نصیحت فرمائی کہ وہ ایثار اور کام میں انہماک کا نیک نمونہ دکھائیں۔ یہاں اور قرب و جوار کے لوگوں سے تعلقات محبت قائم کریں۔ انہیں اپنے کاموں اور تجویزوں میں شریک کر کے رشتۂ اتحاد مضبوط کریں۔ بہرحال یہ خطبہ بھی اسی پچھلے خطبہ کے سلسلے میں ہے۔"

(ایڈیٹر)

سورہ فاتحہ پڑھ کر فرمایا۔

بہت لوگوں نے مختلف مواقع پر ہجوم دیکھے ہونگے۔ ہر علاقہ میں قریباً میلے ہوتے ہیں۔ جہاں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے تو ہر جمعہ کو ہجوم ہوتا ہے۔ پھر ہر سال میں عیدین کے موقعہ پر تمام ارد گرد کے لوگ بھی اکٹھے ہوتے ہیں غرض ہر علاقہ اور ہر ملک کے لوگوں میں مختلف طرز پر کہیں مذہبی رنگ میں اور کہیں دنیاوی رنگ میں اجتماع مخلوق ہوتا ہے ایسے موقع پر جب کبھی جگہ تنگ ہوتی ہے۔ تو یہ بات پیدا ہو جاتی ہے کہ لوگ اسطرح ایک دوسرے کے ساتھ لگ جاتے ہیں کہ گویا ایک دیوار بنی ہوئی ہے۔ پھر جب وہ ہجوم کسی طرف چلتا ہے تو تمام لوگ آپس میں ایسے چپکے ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے۔ اور تمام چھوٹے بڑے کمزور طاقتور سب آگے ہی آگے بڑھتے جاتے ہیں۔ چونکہ ہر ایک انسان اس ہجوم میں پھنسا ہوا ہوتا ہے اسلئے وہ چلنے سے رک نہیں سکتا۔ اسی طرح دنیا میں خدا تعالے نے مختلف طبائع اور مختلف مذاق کے انسانوں کا ایک بہت بڑا ہجوم پیدا کیا ہے جسطرح ان ہجوم کے موقع پر انسان ایک دوسرے کے ساتھ بچک جاتے ہیں۔ اور الگ نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح اس دنیا کے ہجوم میں بھی جب کوئی انسان خواہ کمزور اور ناتواں ہی کیوں نہ ہو۔ چلنے والی جماعت کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کر لیتا ہے تو اس کا قدم بھی آگے ہی آگے پڑتا ہے۔ اسطرح پھنسا ہوا انسان کبھی پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ بلکہ اپنی جماعت کے ساتھ نہ سہی دوسروں کے سہارے ہی آگے نکل جاتا ہے تو ایک علیحدہ رہنے والے انسان میں اور جو جماعت سے وابستہ ہوتا ہے۔ اسمیں یہ فرق ہے کہ علیحدہ رہنے والا انسان جس بات کے لئے کوشش کرتا ہے۔ اسکی کوشش اکثر دفعہ ناکام رہتی ہے۔ اور بہت دفعہ وہ تھک کر بیٹھ جاتا ہے۔ مگر وہ شخص جو جماعت سے وابستہ ہوتا ہے۔ اگر وہ تھک جائے۔ اور بیٹھنا بھی چاہے تو بھی نہیں بیٹھ سکتا۔ کیونکہ وہ جماعت کی رو میں اسطرح بہہ رہا ہوتا ہے کہ وہ اسے آگے ہی آگے لئے جاتی ہے۔ اور بیٹھنے نہیں دیتی۔ یہی حال دین میں بھی ہوتا ہے۔ اور یہی دنیا میں۔ وہ قومیں جو محنت اور مشقت کی عادی ہوتی ہیں۔ ان میں بڑے سست اور کاہل لوگ بھی ہوتے ہیں۔ مگر وہ ایسا کرنے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں کہ محنت کرنے والوں کے ساتھ خود بھی محنت کریں۔ دیکھو یورپ میں تجارت اور مال کی کثرت کی وجہ سے نیز اس لئے کہ اکثر اشیاء دیگر ممالک سے جاتی ہیں۔ ہر ایک چیز گراں ہوتی ہے۔ وہاں چونکہ محنت عام لوگوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس لئے سست طبائع کو بھی کرنی پڑتی ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ محنتی لوگوں کی کثرت سے وہاں مال بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ اور جب مال زیادہ ہو گیا ہے تو ضرور ہے۔ کہ اشیاء کی گرانی ہو اس گرانی کی وجہ سے ایک سست کو بھی اپنی روٹی کمانے کے لئے ہمارے ہندوستان کے محنتیوں سے زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ وہاں بارہ پندرہ گھنٹے مزدوری کرتے ہیں تو کہیں جا کر پیٹ بھرنے کے لئے روٹی کے پیسے کماتے ہیں اور یہاں چار پانچ گھنٹہ کام کرنے سے روٹی میسر آسکتی ہے۔ وہاں گو مزدوری یہاں کی نسبت زیادہ ملتی ہے مگر اشیاء کی گرانی کی وجہ سے زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے اسلئے سست بھی محنت کرنے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں گویا عام لوگوں کی محنت کرنے کی رو میں وہ آگئے ہیں اور پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ وہ لوگ جو دریاؤں کے پاس رہتے ہیں یا جن کے پاس نہریں اور نالے گذرتے ہیں انہوں نے دیکھا ہو گا کہ کبھی پانی میں بھنور پڑتا ہے۔ اس بھنور میں جو چیز پڑ جائے۔ پھر وہ نکل نہیں سکتی۔ اسی طرح عوام کی رو میں جو انسان آجاتا ہے وہ بھی نکل نہیں سکتا۔ اور ایک کمزور اور ناتواں انسان کے آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کا ذریعہ ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنے آپ کو طاقتور اور مضبوط چیزوں سے باندھ لے۔ جب وہ آگے جائیگی۔ تو وہ بھی ضرور آگے ہی آگے جائے گا۔ دنیا میں چونکہ جماعت سے بڑھ کر اور کوئی طاقت نہیں ہے اس لئے ترقی کرنے کا سب سے بہتر طریق یہی ہے کہ انسان جماعت سے اپنے آپ کو وابستہ کر لے اس سے سست بھی آگے بڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ گویا جماعت کے لوگ اس کے لئے سہارا ہو جاتے ہیں۔ جماعت کے انتظام سے داناؤں نے ایسے ایسے فائدے اٹھائے ہیں کہ دیکھ کر حیرت آجاتی ہے۔ نپولین ایک بادشاہ گذرا ہے۔ اسکی نسبت مورخوں نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے وہ فرانس کا بادشاہ تھا۔ اس نے روس پر حملہ کیا۔ روسیوں نے یہ طریق اختیار کیا کہ اپنے گاؤں اور شہروں کو جلاتے جلاتے۔ اور آگے آگے نکلتے جاتے۔ چونکہ روس کا ملک بہت وسیع ہے۔ اور اس کا شمالی حصہ ایسا خطرناک ہے کہ اگر کوئی واقف کار نہ ہو تو برف کی وجہ سے انسان ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس لئے وہاں تک پہنچ کر نپولین کی بہت سی فوج تباہ ہو گئی۔ اسوقت روسیوں نے نپولین کی فوج پر حملے کرنے شروع کر دئے۔ اور اسے بہت تنگ کیا۔ حتے کہ وہ واپس ہونے پر مجبور ہو گئی۔ اور اسے بہت جلدی واپس آنا پڑا۔ راستہ میں ایک جگہ ایسی تنگ ہوئی

لہ بیٹھنے تک کے لئے جگہ نہ میسر ہو سکتی۔ کیونکہ تمام اردگرد دلدل تھی۔ اگر زمین پر بیٹھیں تو کپڑے اور ہتھیار کیچڑ سے بھر جاتے تھے۔ اور اگر نہ بیٹھیں تو اتنے تھک گئے تھے کہ چلنے کی طاقت نہ تھی۔ اسوقت نپولین نے یہ تجویز کی کہ وہاں ایک کرسی تھی۔ اسپر ایک شخص کو بٹھا دیا۔ دوسرے کو اس کے گھٹنوں پہ۔ تیسرے کو دوسرے کے گھٹنوں پر۔ حتےٰ کہ اسطرح ایک وسیع حلقہ میں لوگوں کو بٹھا دیا۔ آخری آدمی کے گھٹنوں پر اس پہلے شخص کو بٹھا کر کرسی اس کے نیچے سے نکال لی۔ اور اسپر خود بیٹھ گیا۔ اسطرح تمام فوج نے آرام بھی کر لیا۔ اور سامان بھی خراب نہ ہوا۔ تو جماعت کے ساتھ وابستہ ہونے میں بہت سی خوبیاں ہوتی ہیں۔ اور بعض تو ایسے فوائد پہنچتے ہیں۔ جن کا پتہ بھی نہیں لگتا کہ یہ بھی کوئی بوجھ تھا جو ہلکا ہو گیا ہے۔ لیکن اگر اس کام کو فرداً فرداً کرنے لگو تو بہت مشکل پیش آجاتی ہے۔ دنیا میں انسان کے لئے جتنی ضروریات زندگی ہیں۔ ان کو اگر ہر ایک انسان فرداً فرداً مہیا کرنے لگے۔ تو کس قدر مشکل کا سامنا ہو۔ مگر تمام دنیا کے اجتماع نے ان کا مہیا ہونا بہت آسان کر دیا ہے۔ ہم نے بچپن میں سکول میں ایک قصہ پڑھا تھا۔ کہ کسطرح ملکر کام کرنے میں بظاہر پتہ بھی نہیں لگتا۔ اور کام بھی ہو جاتا ہے۔ وہ قصہ والا لکھتا ہے۔ کہ ایک شخص نے اپنے بھتیجے کو کہا کہ کل تمہیں ہم ایک ایسا لڈو دینگے۔ جو ایک لاکھ آدمیوں نے بنایا ہوگا اس بات کو سن کر وہ بہت خوش ہوا۔ دوسرے دن اس امید پر کھانا بھی نہ کھایا۔ کہ اتنے آدمیوں کا بنایا ہوا جو لڈو ہوگا وہ بہت بڑا اور نہایت عمدہ ہوگا۔ اس لئے اسی کو کھاؤنگا دوسرے دن جب اسکے سامنے لڈو رکھا گیا تو وہ وہی تھا جو بازار میں بکتا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ تو کہتے تھے کہ ایسا لڈو دینگے۔ جو لاکھ آدمی نے بنایا ہوگا۔ اور یہ ایسا ہے کہ ایک انسان بھی ایسے ایسے کئی لڈو دن میں بنا سکتا ہے۔

اس نے بتانا شروع کیا۔ کہ دیکھو اس میں کون کون سی چیزیں پڑی ہیں۔ پھر ان کے مہیا کرنے میں کتنے آدمیوں کی محنت صرف ہوئی ہے۔ اسطرح اس نے بہت سے انسان گنا دئے۔ واقعہ میں بات بھی ٹھیک ہے۔ اگر فرداً فرداً ہر ایک انسان لڈو بنانے کی کوشش کرے تو اسے پتہ لگ جائے۔ کہ کس قدر اس کے لئے محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یوں تو ایک بہت معمولی چیز سمجھی جاتی ہے۔ اور پیسے کے دو دو خرید لئے جاتے ہیں۔ لیکن اس کا سارا کام کوئی خود کرے تو اسے پتہ لگے۔ کہ یہ ایسا مشکل ہے کہ حکومتوں کا فتح کرنا بھی ایسا نہیں۔ اسی طرح روٹی کو دیکھ لو۔ اب تو بازار سے آٹا خرید لیا جاتا ہے۔ اور پکا کر کھا لی جاتی ہے لیکن اگر ایک انسان اسکے تمام اسباب کو خود تیار کرے اور پھر غلہ جمع کرے تو ممکن ہے کہ اسکی تمام عمر ختم ہو جائے اور وہ روٹی نہ تیار کر سکے۔ اب جسقدر آسانیاں ہیں یہ سب اجتماعی قوت کا نتیجہ ہیں جو دنیا میں کام کر رہی ہے۔ پس جب کوئی شخص جماعت میں شامل ہو جاتا ہے۔ تو ایک تو یہ کہ اگر وہ سست ہو تو بھی محنت اور مشقت کرنے لگ جاتا ہے۔ دوسرے جو کام اس کے لئے ناممکن ہوتا ہے وہ بھی ممکن ہو جاتا ہے۔ اور ایسے کام جسکو انسان اگر ساری عمر بھی لگا رہے تو نہیں کر سکتا۔ تقسیم عمل میں اگر اس آسانی سے کر لیتا ہے کہ اسے کسی قسم کا دکھ محسوس ہی نہیں ہوتا مگر بہت انسان ایسے ہیں جو سوچتے نہیں۔ اور اس بات کی فکر نہیں کرتے۔ حضرت مظہر جان جاناں کی نسبت لکھا ہے کہ کوئی شخص ان کے پاس تحفہ کے طور پر کچھ لڈو لایا انہوں نے انہیں سے دو اٹھا کر اپنے ایک مرید کو دے اس نے کھا لئے۔ جب وہ شخص چلا گیا۔ تو وہ اس سے پوچھنے لگے کہ وہ لڈو کہاں ہیں۔ اس نے کہا کہ میں نے تو کھا لئے۔ فرمایا کیا دونوں کھا لئے۔ اس نے کہا ہاں دونوں کھا لئے آپ بار بار یہی سوال کرتے۔ اور وہ یہی جواب دیتا۔ آخر اس نے کہا۔ کیا لڈو کھانے کی کوئی اور ترکیب تھی۔ جو آپ مجھ سے بار بار یہی پوچھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے بتائی جاوے۔ فرمایا کسی دن بتائینگے۔ ایک دن پھر جو کوئی شخص لڈو لایا۔ تو آپ نے انہیں سے ایک اٹھا کر کہا کہ آؤ۔ تمہیں بتاؤں کس قدر لڈو کھانا چاہیئے۔ لڈو لے کر انہوں نے اپنے آگے رکھ لیا۔ اور اس سے ایک ذرا سا لیکر خدا کی حمد اور تقدیس بیان کرنا شروع کر دیتے۔ کہ خدا نے مظہر جان جاناں کے لئے اسکو اتنے آدمیوں کے ذریعہ بنایا ہے۔ سب انسانوں کو گنتے اور خدا کا شکر بجا لا کر بہت چھوٹا سا ٹکڑا منہ میں ڈالتے۔ اسی طرح کرتے کرتے ظہر سے عصر کی نماز کے لئے اذان ہو گئی۔ آپ اٹھ کر نماز پڑھنے چلے گئے۔ اور لڈو وہیں پڑا رہا ❖

اس سے انہوں نے یہ بتایا ہے کہ انسان ہر وقت کھاتا پیتا ہے مگر اس کا دل کبھی شکر گذار ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور نہیں گرتا۔ گو انسان کے لئے ہر روٹی کا لقمہ اور پانی کا گھونٹ اللہ تعالیٰ کی آیت ہے۔ جس کا اسے شکر گذار ہونا چاہیئے لیکن وہ گلاس پر گلاس پیتا اور روٹی پر روٹی کھاتا ہے۔ مگر خیال بھی نہیں کرتا کہ خدا نے اسپر کسقدر فضل اور رحم کیا ہوا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ سب انتظام کھانے پینے کا اسے خود نہیں کرنا پڑتا۔ اگر وہ خود کرتا تو پانی کا ایک گھونٹ اور روٹی کا ایک لقمہ بھی اس سے تیار نہ ہو سکتا۔ غرض جماعت کے کاموں اور تقسیم عمل میں بڑی بڑی برکات ہوتی ہیں۔ پچھلے خطبہ جمعہ میں میں نے بتایا تھا کہ کامیابی کے لئے ان راہوں کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے انسانوں کی کامیابی اور ترقی کے لئے مقرر فرمائی ہیں۔ اور ان کے اختیار کئے بغیر کوئی قوم کامیاب نہیں ہو سکتی۔ کوئی انسان ہاتھ پر روٹی رکھے رہنے کی وجہ سے کبھی سیر نہیں ہو سکتا۔ اور پانی کا گلاس پکڑے رکھنے سے اسکی پیاس نہیں بجھ سکتی۔ تاوقتیکہ اس کے منہ میں نہ پڑے۔ جب چھوٹی چھوٹی باتوں کا یہ حال ہے۔ تو جو بڑی باتیں ہیں یعنی دین کی اشاعت اور صداقت کا پھیلانا اس کے لئے تقسیم عمل کی کیوں ضرورت نہیں ہے۔ ایک قوم کا بڑھا کر اوپر لے جانا اور مردنی چھائی ہوئی قوم میں زندگی کی روح پھونکنا کوئی چھوٹا سا کام نہیں ہے۔ اس لئے ایک جماعت کی کوشش سعی اور محنت درکار ہے۔ دیکھو خدا تعالیٰ کی طرف سے جسقدر نبی دنیا میں آتے ہیں۔ وہ آکر ایک جماعت تیار کرتے ہیں۔ اور ایسی جماعت کا تیار کرنا نبی کی صداقت کی دلیل ہے۔ اور یہ جماعت آہستہ آہستہ بنتی ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ جب کوئی نبی آیا ہو تو سب نے آمنا وصدقنا کہہ دیا ہو۔ آہستہ آہستہ جماعت بنتی ہے۔ اگر نبی کی جماعت نہ ہو۔ تو تبلیغ کا کام نہیں پھیل سکتا۔ دیکھو ساری دنیا پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو نہیں پہنچے۔ آپ کے صحابہ رضؓ ہی نے اشاعت اسلام کی ہے۔ اگر وہ لوگ اسوقت یہ کہتے۔ کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کام ہے۔ ہم کیوں کریں تو کبھی اسلام اسطرح نہ پھیلتا۔ اور نہ وہ اسطرح کامیاب ہوتے۔

اُنھوں نے جسقدر ترقی کی اسی وجہ سے کی۔ کہ ہر ایک نے اسلام کی اشاعت کو اپنا فرض سمجھا۔ اور جس رنگ میں کسی سے ہو سکا اسی رنگ میں اسکی اشاعت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ ہماری جماعت کے لئے بھی ضروری ہے کہ ایسا ہی سمجھیں۔ اگر کوئی فرداً فرداً کام کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ فلاں کام میرا نہیں فلاں کا ہے۔ تو وہ یاد رکھے کہ کبھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکیگا۔ اس بات کو خوب یاد رکھو کہ تمہارے لئے وہی دن کامیابی کا ہوگا۔ اور اسی دن تمہارا دشمن اپنی جگہ چھوڑ کر پیچھے ہٹے گا۔ جبکہ تم میں کا ہر ایک انسان یہ سمجھ لیگا۔ کہ سلسلہ کی ترقی کے لئے کوشش کرنا میرا ہی فرض ہے آپ لوگوں میں سے کسی کو نہ صرف یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ کام میرا بھی ہے بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ کام میرا ہی ہے ہر شخص اپنے مذاق کے مطابق اس کام کو اپنے ذمہ لے۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ بعض جگہ جب سستی سے کام ہوتا ہے۔ اور اس کے متعلق کسی سے دریافت کیا جاتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے۔ وہاں کا فلاں سکرٹری ہے اس لئے ایسا ہوتا ہے گویا اس کے نزدیک سلسلہ کا کام کرنا صرف سکرٹری کا ہی فرض ہے وہ صرف نام رکھا لینے سے ہی احمدی ہو گیا ہے اُسے کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس قسم کے نقائص کی وجہ سے کئی جگہ کی جماعتیں بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے ہٹ رہی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو جماعت کے ساتھ مل کر کام کرنے کے متعلق کس قدر سمجھایا ہے کہ نماز میں ترقی کے متعلق دعائیں سکھلائی ہیں۔ لیکن تین جگہ متکلم کی ضمیر آئی ہے۔ اور تینوں جگہ جمع ہے۔ ایک جگہ بھی واحد نہیں گویا اس سے یہ بتایا ہے کہ اکیلا انسان کچھ نہیں کر سکتا جماعت کے ساتھ ہو کر کام کرنا چاہیئے۔ پس کسی جماعت کی ترقی فرداً فرداً کام کرنے سے نہیں ہوا کرتی۔ اور جب تک اسکا ہر ایک فرد اپنا فرض نہ سمجھے۔ کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پس کسی کو یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ فلاں کام سکرٹری کا ہے۔ بلکہ اسے اپنا سمجھنا چاہیئے۔ اگر سکرٹری کام نہیں کر سکتا تو وہ کرے نہ کہ اسکی کمزوری کو دیکھتا رہے۔ مثلاً اگر ایک شخص فوج میں دشمن کے مقابلہ پر کھڑا ہو۔ اور وہ کمزور ہو تو دوسرے کا فرض ہو کہ اسکی جگہ کھڑا ہو جائے۔ کیونکہ اگر اسکی جگہ کھڑا نہیں ہوگا تو اس کا اپنی جگہ کھڑا ہونا بھی لغو ہوگا پس ترقی کے لئے طاقتوروں کا فرض ہے کہ کمزوروں کو اپنے ساتھ بیٹھنے دیں۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو معلوم ہوا کہ انکی جماعت ہی نہیں۔ اگر انھیں سے بعض افراد گر گئے تو معلوم ہوگا۔ وہ بظاہر جماعت کہلاتے تھے۔ مگر دراصل پراگندہ تھے۔ لیکن اگر وہ کمزوروں کو بھی اپنے ساتھ رکھے رہینگے تو ثابت ہوگا کہ انکی جماعت ہے۔

غرض ابھی ہمارے لئے بہت کام باقی ہے۔ اس وقت تک کوئی جماعت جماعت نہیں کہلا سکتی۔ جب تک کہ ہر ایک شخص تبلیغ کو اپنا فرض نہ سمجھے۔ اور اسطرح ایک دوسرے کے ساتھ مل جائے۔ کہ اگر کوئی درمیان میں سے سرکنا چاہے تو بھی نہ سرک سکے ؛

اللہ تعالیٰ یہاں کے لوگوں کو بھی اور باہر کے لوگوں کو بھی اس بات کے سمجھنے کی توفیق دے کہ جو کام ہمارے سپرد ہے اس کو سمجھیں۔ اور اسکے پورا کرنے کی کوشش کریں۔ اور سورۃ فاتحہ میں جو انعام آئے ہیں۔ انکے وارث بنائے

(آمین ثم آمین)

احمدی محلہ کے قریب قادیان میں

پونے سولہ مرلہ اور ساڑھے تیراں مرلہ زمین کے دو علیحدہ علیحدہ ٹکڑے فروخت کے لئے موجود ہیں۔ اول الذکر کی قیمت مبلغ پانچ سو چار روپیہ اور موخر الذکر کی قیمت چار سو بیس روپیہ ہے جو احباب خریدنا چاہیں وہ جلد اپنی قیمتیں ایڈیٹر صاحب الفضل یا حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں ارسال فرمائیں۔ اور ساتھ ہی ٹکڑے کا تعین کر کے مجھے اطلاع دیں ؛

نذیر احمد ابن میاں سراج الدین صاحب عمر قادیان ؛

ظہور المہدی ۳۵۲ صفحے حجم کی کتاب جسمیں قرآن مجید و احادیث صحیحہ سے حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کا ثبوت دیا گیا ہے اور علاوہ ازیں احمدیوں کے تمام عقائد بالتفصیل درج ہیں ماحکیمی بجائے عامہ کے صرف ۸ میں ملتی ہے ؛

فہرست وصایا
بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء

۱۱۰۰۔ نور علی ولد کرم الدین قوم جٹ ساکن کوٹلی تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ مبلغ [illegible] روپے نقد اور امانۃ البیت مبلغ [illegible] کل ایک ہزار کے دسویں حصہ کی وصیت کی ؛

۱۱۰۱۔ فضل بی بی بنت کمال الدین قوم دائیں ساکن جہلم حال وارد پاکپتن ضلع منٹگمری اپنے زیورات قیمتی [illegible] کے متیسرے [illegible] حصہ کی وصیت کی

۱۱۰۲۔ بیوی زوجہ بابو عطا محمد قوم دائیں ساکن جہلم حال وارد پاک پٹن ضلع منٹگمری اپنے مہر [illegible] زیورات طلائی و نقدی [illegible] کل قیمتی [illegible] کے دسویں حصہ کی وصیت کی

۱۱۰۳۔ عطا محمد ولد میاں اللہ دتا قوم دائیں ساکن جہلم حال وارد پاک پٹن ضلع منٹگمری اپنے روپے جمع کردہ بمد پراونڈنٹ فنڈ ریلوے تین ہزار ۳۰۰۰ ایک مکان دو منزلہ بعمارت پختہ واقعہ شہر جہلم اور ایک مشترکہ برادر حقیقی بحصہ مساوی واقع موضع دتیال ضلع میرپور ریاست جموں اس جملہ جائداد کے دسویں حصہ کی وصیت کی ؛

۱۱۰۴۔ مسمات رحمت بی بی بیوہ والدہ عطا محمد مدرس مدرسہ تلونڈی قوم گمہار ساکن حال قادیان اپنی جائداد منقولہ للعہ روپے دسویں حصہ کی وصیت کی ؛

۱۱۰۵۔ مولوی عطاء الدین خان ولد محمد زمان خان قوم پٹھان ساکن دیگیران ضلع ہزارہ تحصیل مانسہرہ حال وارد قادیان اپنی جائداد منقولہ سنہ ۳۰ روپے کی کتابوں کے دسویں حصہ کی وصیت

قصاب کی ضرورت قادیان میں۔ اگر کوئی احمدی قصاب قادیان میں دکان کرنے کی غرض سے آنا چاہیں تو خاکسار سے خط و کتابت کریں ؛ عبدالرحیم سکرٹری لوکل انجمن احمدیہ قادیان ؛